مہتا نے پوچھا: "تم بہت ڈر رہی تھیں؟"
"پہلے تو ڈری مگر پھر مجھے یقین ہو گیا کہ تم، ہم دونوں کی حفاظت کر سکتے ہو۔"

مہتا نے فخر سے مالتی کو دیکھا۔ اس کے چہرے پر تکان کی سرخی کے ساتھ چمک بھی تھی۔ بولے: "مجھے یہ سن کر اتنی خوشی ہو رہی ہے کہ تم نہ سمجھ سکو گی مالتی؟"

"تم نے سمجھایا کب؟ الٹا اور جنگلوں میں گھسیٹتے پھرتے ہو۔ ابھی پھر لوٹتے وقت بھی نالا پار کرنا ہوگا۔ تم نے کیسی آفت میں جان ڈال دی مجھے تمھارے ساتھ رہنا پڑے تو ایک دن نہ پٹے۔"

مہتا مسکرائے۔ ان الفاظ کا اشارہ خوب سمجھ رہے تھے۔

"تم مجھے اتنا دشٹ سمجھتی ہو! اور جو میں کہوں کہ تم سے محبت کرتا ہوں، مجھ سے بیاہ کرو گی؟"

ایسے سنگدل سے کون بیاہ کرے گا؟ رات دن جلا کر مار ڈالو گے!" اور محبت بھری آنکھوں سے دیکھا گویا کہہ رہی ہے: "اس کا مطلب تم خوب سمجھتے ہو۔ اتنے نادان نہیں۔"

مہتا نے جیسے ہوش میں آکر کہا: "تم سچ کہتی ہو مالتی! میں کسی عورت کو خوش نہیں رکھ سکتا۔ مجھ سے کوئی عورت پریم کا سوانگ نہیں کر سکتی۔ میں اس کے دل کی گہرائی تک پہنچ جاؤں گا۔ پھر مجھے اس سے مغائرت ہو جائے گی۔"

مالتی کانپ اٹھی۔ ان باتوں میں کتنی سچائی تھی، پوچھا: "اچھا بتاؤ تم کیسی محبت سے مطمئن ہو گے؟"

بس یہی کہ جو دل میں ہو، وہی زبان پر ہو۔ میرے نزدیک رنگ رو اور ناز و انداز کی قیمت اتنی نہیں ہے جتنی ہونی چاہیئے۔ میں وہ خوراک چا ہوں جس سے روح کی آسودگی ہو۔ متحرک اور جاذب اشیاء کی ضرور نہیں۔"

مالتی نے ہونٹ سکیڑ کر گہری سانس کھینچتے ہوئے کہا: "تم سے کو پیش نہ پائے گا۔ ایک ہی گھاگھ ہو۔ اچھا بتاؤ، میرے بارے میں تمھا کیا خیال ہے؟"

مہتا نے شرارت سے مسکرا کر کہا: "تم سب کچھ کر سکتی ہو۔ دانا، ہوشیار ہو، طباع ہو، رحم دل ہو، شوخ ہو، خوددار ہو، تیاگ کر سکتی مگر محبت نہیں کر سکتیں۔"

مالتی نے تیز نگاہ سے تاک کر کہا: "جھوٹے ہو تم، بالکل جھوٹے مجھے تمھارا یہ دعویٰ بے دلیل معلوم ہوتا ہے کہ تم عورت کے دل تک پہنچ جاتے ہو۔"

دونوں نالے کے کنارے کنارے چلے جا رہے تھے بارہ بج تھے مگر اب مالتی کو نہ آرام کی خواہش تھی، نہ واپسی کی۔ آج کی گفتگو میں ا ایسا مزہ آ رہا تھا جو اس کے لئے بالکل نیا تھا۔ اس نے کتنے ہی عالموں او لیڈروں کو ایک مسکراہٹ میں، ایک چتون میں، ایک بات میں احمق بنا چھوڑ دیا تھا۔ ایسی ریت کی دیوار پر وہ زندگی کی بنیاد نہیں قائم کر سک تھی۔ آج اسے وہ سخت اور ٹھوس پتھریلی زمین مل گئی جو پہاڑوں سے چنگاریا نکال رہی تھی اور یہ سختی اسے زیادہ سے زیادہ فریفتہ کئے لیتی تھی۔

دھائیں کی آواز ہوئی۔ ایک لال سرنالے پر اڑا جا رہا تھا مہتا

نشانہ مارا۔ چڑیا چوٹ کھاکر بھی کچھ دور اڑی۔ پھر بیچ دھار میں گر پڑی اور لہروں کے ساتھ بہنے لگی۔

"اب؟"

"ابھی جاکر لاتا ہوں، جاتا کہاں ہے؟"

یہ کہتے ہی وہ ریت میں دوڑے اور بندوق کنارے پر رکھ کر پانی میں کود پڑے اور بہاؤ کی طرف تیرنے لگے مگر نصف میل تک پورا زور لگانے پر بھی وہ چڑیا کو نہ پا سکے۔ چڑیا مر کر بھی گویا اڑی جا رہی تھی! دفعتاً انھوں نے دیکھا کہ ایک، نوجوان لڑکی کنارے کی ایک جھونپڑی سے نکلی۔ چڑیا کو بہتا دیکھ کر ساڑی کو رانوں تک چڑھایا اور پانی میں کود پڑی۔ ایک لمحے میں اس نے چڑیا پکڑ لی اور مہتا کو دکھاتی ہوئی بولی "پانی سے نکل آؤ۔ بابوجی! تمھاری چڑیا یہ ہے۔"

مہتا صاحب لڑکی کی چستی اور ہمت دیکھ کر دنگ ہو گئے، فوراً کنارے کی طرف بڑھے اور ڈیڑھ منٹ میں اس کے پاس جا پہنچے۔

لڑکی کا رنگ تھا تو سیاہ اور گہرا سیاہ، کپڑے بہت ہی میلے اور گھنونے، زیور کے نام پر صرف ہاتھوں میں دو دو موٹی چوڑیاں، سر کے بال الجھے اور بکھرے ہوئے، چہرہ کا کوئی حصہ ایسا نہیں جسے سندر یا سڈول کہا جا سکے، مگر وہاں کی صاف آب و ہوا نے اس کی سیاہی میں ایسی ملاحت بھر دی تھی اور قدرت کی گود میں پل کر اس کے اعضاء اتنے سڈول اور کسے ہوئے اور پھرتیلے ہو گئے تھے کہ شباب کی تصویر کے لئے اس سے بہتر نمونہ ملنا مشکل تھا۔ اس کی عمدہ صحت گویا مہتا کے دل میں سکت اور چمک لا رہی تھی۔

مہتا نے اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا "تم بڑے موقع سے پہنچ گئیں ورنہ مجھے نہ جانے کتنی دور تیرنا پڑتا۔"

لڑکی نے خوش ہو کر کہا "میں نے تمھیں تیرتے دیکھا تو دوڑی شکار کھیلنے آئے ہوگے ؟

ہاں آئے تو تھے شکار ہی کھیلنے مگر دوپہر ہوگئی اور یہی ایک چڑیا ملی ہے۔"

"تیندوا مارنا ہو تو میں اس کی جگہ دکھا دوں۔ رات کو یہاں روج (روز) وہ پانی پینے آتا ہے۔ کبھی کبھی دوپہر میں بھی آجاتا ہے۔"

پھر ذرا شرما کر سر جھکائے ہوئے بولی "اس کی کھال ہمیں دینی پڑے گی۔ چلو میرے دوارے پر، وہاں پیپل کی چھایا ہے، یہاں دھوپ میں کب تک کھڑے رہوگے ؟ کپڑے بھی تو بھیگے ہوئے ہیں۔"

مہتا نے اس کے بدن سے لپٹی ہوئی بھیگی ساڑی کی طرف دیکھ کر کہا "تمھارے کپڑے بھی تو بھیگے ہوئے ہیں۔"

اس نے بے پروائی سے کہا "اُنہہ، ہمارا کیا، ہم جنگل کے جیو ہیں۔ دن دن بھر دھوپ اور پانی میں کھڑے رہتے ہیں۔ تم تھوڑے ہی رہ سکتے ہو۔"

لڑکی کتنی سمجھ دار ہے اور بالکل گنوار۔

"تم کھال لے کر کیا کروگی۔"

"ہمارے دادا ہاٹ میں بیچتے ہیں۔ یہی تو ہمارا کام ہے۔"

"لیکن دوپہر یہاں کاٹیں، تو تم کھلاؤ گی کیا؟"
لڑکی نے شرماتے ہوئے کہا: "تمھارے کھانے لایق (لایق) ہمارے گھر میں کیا ہے؟ مکّے کی روٹیاں کھاؤ تو دھری ہیں۔ چڑھے کا سالن پکا دونگی تم بتلاتے جانا جیسے بنانا ہو۔ تھوڑا دودھ بھی ہے ہماری گائے کو ایک بار تیندوے نے گھیرا تھا۔ وہ اس کو سینگوں سے بھگا کر چلی آئی تھی۔ تب سے تیندوا اس سے ڈرتا ہے۔"
"لیکن میں اکیلا نہیں ہوں، میرے ساتھ ایک عورت بھی ہے۔"
"تمھاری گھر والی ہوگی۔"
"نہیں گھر والی تو ابھی نہیں ہے، جان پہچان کی ہے۔"
"تو میں دوڑ کر ان کو بلائے لاتی ہوں، تم چل کر چھانہہ میں بیٹھو۔"
"نہیں، نہیں، میں بلائے لاتا ہوں۔"
"تم تھک گئے ہوگے۔ سہر کے باسی جنگل میں کاہے کو آتے ہوگے؟ ہم تو جنگلی آدمی ہیں۔ کنارے ہی پر تو کھڑی ہوں گی؟"
جب تک مہتا کچھ بولیں وہ ہوا ہوگئی۔ مہتا اوپر چڑھ کر پیپل کے سایہ میں بیٹھے تو اس آزادانہ زندگی سے انھیں رغبت پیدا ہوگئی سامنے کا پہاڑی سلسلہ فلسفے کے اصولوں کی طرح ناقابلِ عبور اور نا متناہی دور تک پھیلا ہوا گویا فہم و فراست کو وسعت دے رہا تھا، گویا دل اس عقل کو، اس نور کو، اس عمق کو اس کی مجسّم اور عظیم الشان صورت میں دیکھ رہا ہو دور کی ایک بہت بلند چوٹی پر ایک چھوٹا سا مندر تھا جو اس ناقابلِ فہم مقام میں گیان کی طرح اونچا مگر کھویا ہوا سا کھڑا تھا۔ گویا پرند وہاں تک

پر مار کر آرام و آسائش حاصل کرنا چاہتا ہے۔ مگر کہیں جگہ نہیں پاتا۔

مہتا انھیں خیالات میں غرق تھے کہ وہ لڑکی مس مالتی کو ساتھ لئے آپہنچی ایک جنگلی پھول کی طرح دھوپ میں کھلی ہوئی اور دوسری گملے کے پھول کی طرح دھوپ سے زرد اور مرجھائی ہوئی۔

مالتی نے بے دلی سے کہا: "پیپل کی چھاؤں بہت اچھی لگ رہی ہے، کیوں؟ اور یہاں بھوک کے مارے جان نکلی جاتی ہے!"

لڑکی دوڑے بڑے مٹکے اٹھا لائی اور بولی: "تم جب تک یہیں بیٹھو، میں دوڑ کر پانی لاتی ہوں۔ پھر چولھا جلاؤں گی اور میرے ہاتھ کا کھاؤ تو میں چھن بھر میں باٹیاں بنا دوں گی، نہیں تو اپنے آپ سینگ لینا۔ ہاں گیہوں کا آٹا میرے گھر میں نہیں ہے اور یہاں کہیں کوئی دوکان بھی نہیں ہے کہ لا دوں"

مالتی کو مہتا پر غصہ آرہا تھا۔ بولی: "تم یہاں کیا آکر پڑ رہے؟"

مہتا نے چڑھاتے ہوئے کہا: "ایک روز ذرا اس صحرائی زندگی کا لطف بھی تو اٹھاؤ۔ دیکھو مکا کی روٹیوں میں کتنی لذت ہے۔"

"مجھ سے وہ روٹیاں کھائی ہی نہ جائیں گی اور کسی طرح نگل بھی جاؤں تو ہضم نہ ہوں گی۔ تمھارے ساتھ آکر میں بہت پچھتا رہی ہوں۔ راستہ بھر دوڑا کے مار ڈالا اور اب یہاں لاکر پٹک دیا۔"

مہتا نے کپڑے اتار دئے تھے اور صرف ایک گیلا جانگیا پہنے ہوئے بیٹھے تھے۔ لڑکی کو مٹکے لے جاتے دیکھا تو اس کے ہاتھ سے چھین لئے اور کنوئیں پر پانی بھرنے چلے۔ فلسفہ کے عمیق مطالعے میں بھی انھوں نے اپنی صحت کی حفاظت کی تھی اور دونوں مٹکے لے کر چلتے ہوئے ان کے بھرے ہوئے بازوؤں چوڑے سینے اور پٹھے دار رانوں سے

یونانی مجسمے کے متناسب اعضاء کی طرح ان کی قوت کا پتہ مل رہا ہے۔
ڑکی انھیں پانی کھینچتے ہوئے شوق کی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ وہ اب
کے رحم کے نہیں بلکہ اس کی عقیدت کے مستحق ہو گئے تھے۔

کنواں بہت گہرا تھا، کوئی ساٹھ ہاتھ، مٹکے بھاری تھے اور
صاحب ورزش کے عادی ہوتے ہوئے بھی ایک مٹکا کھینچتے
سست پڑ گئے۔ لڑکی نے دوڑ کر ان کے ہاتھوں سے رسی چھین
لی اور بولی "تم سے نہ کھنچے گا، تم جا کر کھاٹ پر بیٹھو، میں بھرے لاتی
ہوں۔"

مہتا اپنی مردیت کی یہ توہین نہ سہ سکے۔ رسی اس کے ہاتھ سے پھر
لے لی اور زور لگا کر ایک لمحہ میں دوسرا مٹکا بھی کھینچ لیا۔ پھر دونوں ہاتھوں
میں دونوں مٹکے لئے ہوئے آکر جھونپڑی کے دروازے پر کھڑے ہو گئے
لڑکی نے آناً فاناً آگ جلائی اور چڑے کے پر جھلس دئے پھر چھرے
سے اس کی بوٹیاں بنائیں اور چولھے میں آگ لے جا کر گوشت چڑھا دیا
اور چولھے کے پچھلے حصے پر کڑھائی میں دودھ ابالنے لگی۔

اور مالتی بھویں چڑھائے چارپائی پر اداس پڑی ہوئی اس منظر کو اس
طرح دیکھ رہی تھی گویا اس کے آپریشن کی تیاری ہو رہی ہو۔

مہتا جھونپڑی کے دروازے پر کھڑے ہو کر لڑکی کی خانہ داریوں
کو شوق و رغبت سے دیکھتے ہوئے بولے "مجھے بھی تو کوئی کام بتاؤ،
میں کیا کروں؟"

لڑکی نے ملائم جھڑکی کے ساتھ کہا "تمھیں کچھ نہیں کرنا ہے۔ جا کر
بائی کے پاس بیٹھو، بیچاری بہت بھوکی ہیں، دودھ گرم ہوا جاتا ہے، اسے

پلا دینا۔"

اس نے ایک گھڑے سے آٹا نکالا اور گوندھنے لگی۔ مہتا اس کے اعضاء کی خوشگوار حرکت دیکھتے رہے۔ لڑکی بھی رہ رہ کر انکھیوں سے دیکھتے ہوئے اپنا کام کرنے لگتی تھی۔

مالتی نے پکارا: "تم وہاں کیا کھڑے ہو؟ میرے سر میں شدت کا درد ہو رہا ہے۔ آدھا سر الیا پھٹا پڑتا ہے جیسے گر جائے گا۔"

مہتا نے آکر کہا: "معلوم ہوتا ہے، دھوپ لگ گئی ہے۔"

"میں کیا جانتی تھی کہ تم مجھے مار ڈالنے کے لئے یہاں لا رہے ہو؟"

"تمہارے ساتھ کوئی دوا بھی تو نہیں ہے؟"

کیا میں کسی مریض کو دیکھنے آرہی تھی جو دوا لے کر چلتی؟ میرا ایک دواؤں کا بکس ہے وہ سمرتی میں ہے۔ اُف! سر پھٹا جاتا ہے۔"

مہتا اس کے سرہانے زمین پر بیٹھ کر آہستہ آہستہ اس کا سر سہلانے لگے۔ مالتی نے آنکھیں بند کر لیں۔

لڑکی ہاتھوں میں آٹا بھرے ہوئے، سر کے بال بکھیرے، آنکھیں دھوئیں سے سُرخ اور اشک آلود، کل بدن پسینہ سے تر جس سے اُس کا اُبھرا ہوا سینہ صاف جھلک رہا تھا، آکر کھڑی ہو گئی۔ اور مالتی کو آنکھیں بند کئے پڑا دیکھ کر بولی: "بائی کو کیا ہو گیا ہے؟"

مہتا بولے: "سر میں بڑا درد ہے۔"

"پورے سر میں ہے کہ آدھے میں؟"

"آدھے میں بتاتی ہیں۔"

"دہنی طرف ہے کہ بائیں طرف؟"

"بائیں طرف۔"

میں ابھی دوڑ کر ایک دوا لاتی ہوں جسے گھس کر لگاتے ہی اچھا ہو جائے گا۔"

"تم اس دھوپ میں کہاں جاؤ گی؟"

لڑکی نے سنا ہی نہیں۔ تیزی سے ایک طرف جا کر پہاڑیوں میں غائب ہو گئی۔ کوئی آدھ گھنٹے بعد مہتا نے اسے اونچی پہاڑی پر چڑھتے دیکھا۔ دور سے بالکل گڑیا سی لگ رہی تھی۔ دل میں سوچا کہ اس جنگلی چھوکری میں خدمت کا کتنا جذبہ اور کتنا عملی علم ہے۔ لو اور دھوپ میں آسمان پر چڑھی چلی جا رہی ہے۔

مالتی نے آنکھیں کھول کر دیکھا بولی "کہاں گئی وہ کلوٹی؟ غضب کی کالی ہے جیسے آبنوس کا کندہ۔ اسے بھیج دو۔ رائے صاحب سے کہہ آئے کہ موٹر یہاں بھیج دیں۔ اس دھوپ میں میرا دم نکل جائے گا۔"

"کوئی دوا لانے گئی ہے۔ کہتی ہے کہ اس سے آدھا سیسی کا درد بہت جلد دور ہو جاتا ہے۔"

ان کی دوائیں ان ہی کو نفع کرتی ہیں، مجھے نہ کریں گی۔ تم تو اس چھوکری پر لٹو ہو گئے۔ کتنے چھچھورے ہو! جیسی روح ویسے فرشتے۔"

مہتا کو تلخ سچائی کہنے میں تامل نہ ہوتا تھا۔ بولے "کچھ باتیں تو اس میں ایسی ہیں کہ اگر تم میں ہوتیں تو تم سچ مچ دیوی ہو جاتیں۔"

"اس کی خوبیاں اسے مبارک ہوں! مجھے دیوی بننے کی ہوس نہیں ہے۔"

تم کہو تو میں جا کر موٹر لاؤں، اگرچہ میں نہیں کہہ سکتا کہ موٹر یہاں

آ بھی سکے گا یا نہیں۔"

"اس کلوئی کو کیوں نہیں بھیج دیتے؟"

"وہ تو دوا لینے گئی ہے، پھر کھانا پکائے گی۔"

"تو آج آپ اس کے مہمان ہیں۔"

مہتا نے اس جملے سے چڑھ کر کہا: "اس لڑکی کی جانب میرے دل میں جو محبت و عقیدت ہے وہ ایسی ہے کہ اگر میں اس کی طرف بدنگاہی سے دیکھوں تو آنکھیں پھوٹ جائیں۔ میں اپنے کسی دلی دوست کی خاطر بھی اس دھوپ اور لُو میں اس اونچی پہاڑی پر نہ جاتا اور ہم صرف گھڑی بھر کے مہمان ہیں۔ اسے وہ جانتی ہے۔ وہ کسی غریب عورت کے لئے بھی اسی مستعدی سے دوڑ جائے گی۔ میں اس امر کو صرف تحریر یا تقریر کے ذریعہ ادا کر سکتا ہوں کہ دنیا میں سب لوگ بھائی بھائی ہیں اور سب ہی میں برادرانہ محبت ہونی چاہیئے مگر وہ ان جذبات پر عمل کر کے دکھلا سکتی ہے۔ کہنے سے کرنا مشکل ہے، یہ تو تم بھی جانتی ہو۔"

مالتی نے طنز سے کہا: "بس بس، وہ دیوی ہے میں مان گئی۔ اس کے سینہ میں ابھار، کمر میں لچک، جسم میں وزن ہے۔ دیوی ہونے کے لئے اور کیا چاہیئے؟"

مہتا تلملا اٹھے۔ فوراً اٹھے، کپڑے پہنے جو سوکھ گئے تھے، بندوق اٹھائی اور چلنے کو تیار ہو گئے۔ مالتی نے پھنکار چھوڑی: "تم نہیں جا سکتے مجھے چھوڑ کر!"

"پھر کون جائے گا؟"

"وہی تمہاری دیوی۔"

مہتا بدحواس سے کھڑے تھے۔ عورت مرد پر کتنی آسانی سے فتح پا سکتی ہے اس کا آج انھیں زندگی میں پہلا تجربہ ہوا۔

وہ دوڑی ہانپتی چلی آرہی تھی، وہی کالی کلوٹی لڑکی، ہاتھ میں ایک جھاڑ لئے ہوئے۔ پاس آکر مہتا کو کہیں جانے کے لئے تیار دیکھ کر بولی، "میں وہ جڑی کھوج لائی۔ ابھی گھس کر لگاتی ہوں۔ مگر تم کہاں جا رہی ہو؟ کاس (گوشت) تو پک گیا ہوگا۔ میں باٹیاں سینکے دیتی ہوں، دو ایک کھا لینا۔ بائی دودھ پی لیں گی۔ ٹھنڈے میں چلے جانا۔"

اس نے بلا تامل مہتا کی اچکن کے بٹن کھول دئے۔ مہتا بہت ضبط کئے ہوئے تھے، جی چاہتا تھا کہ اس دہقانی لڑکی کے قدم چوم لیں۔

مالتی نے کہا: "اپنی دوائی رہنے دے۔ ندی کے کنارے برگد کے نیچے ہمارا موٹر کھڑا ہے۔ وہاں اور لوگ ہوں گے ان سے جاکر کہنا، موٹر یہاں لائیں۔ دوڑی ہوئی جا!"

لڑکی نے مایوسانہ نگاہوں سے مہتا کو دیکھا۔ اتنی محبت سے جڑی لائی، اس کی یہ بے قدری! اس گنوارن کی دوا انھیں نہیں چنچی تو نہ سہی! اس کا من رکھنے ہی کو ذرا سی لگوا لیتیں تو کیا ہوتا؟

اس نے جڑی کو زمین پر رکھ کر پوچھا: "تب تک تو چولھا ٹھنڈا ہو جائے گا بائی جی۔ کہو تو روٹیاں سینک کر رکھ لوں۔ بابو جی کھانا کھالیں تم دودھ پی لو اور دونوں جنے آرام کرو۔ تب تک میں موٹر والے کو بلا لوں۔"

وہ جھونپڑی میں گئی، بجھی ہوئی آگ پھر جلائی، دیکھا تو گوشت

اُبل گیا تھا، کچھ جل بھی گیا تھا، جلد جلد روٹیاں سینکیں، دودھ گرم تھا اسے ٹھنڈا کیا اور ایک کٹورے میں مالتی کے پاس لائی۔ مالتی نے کٹورے کے بھدّے پن پر منہ بنایا لیکن دودھ نہ چھوڑ سکی۔ مہتا جھونپڑی کے دروازے پر بیٹھ کر ایک تھالی میں گوشت اور روٹیاں کھانے لگے۔ لڑکی کھڑی ہوئی پنکھا جھل رہی تھی۔ مالتی نے لڑکی سے کہا: "انھیں کھانے دے، کہیں بھاگے نہیں جاتے۔ تو جاکر موٹر لا۔"

لڑکی نے مالتی کی طرف ایک مرتبہ سوالیہ نگاہوں سے دیکھا یہ کیا چاہتی ہیں؟ ان کا مطلب کیا ہے؟ اسے مالتی کے چہرے پر مریضوں کی سی عاجزی اور احسان مندی اور التجا کی جھلک نہ دکھائی دی، اس کی جگہ غرور اور رعونت کی جھلک تھی۔ دہقانی لڑکی دل کی پرکھ میں ہوشیار تھی بولی: "کسی کی نوڈی نہیں ہوں، بائی جی! تم بڑی ہوگی تو اپنے گھر کی ہیں تم سے مانگنے تو نہیں جاتی۔ میں موٹر لینے نہ جاؤں گی۔"

مالتی نے ڈانٹا: "اچھا تو نے گستاخی پر کمر باندھی ہے، بتا تو کس کے علاقے میں رہتی ہے؟"

"رائے صاحب کا علاقہ ہے۔"

"تو تجھے انھیں رائے صاحب کے ہاتھوں ہنٹروں سے پٹواؤں گی۔"

"مجھے پٹوانے سے تمھیں سکھ ملے تو پٹوا لینا بائی جی، کوئی رانی مہرانی تھوڑے ہی ہوں کہ لسکر بھیجنا پڑے۔"

مہتا نے دو چار نوالے کھائے تھے کہ مالتی کی یہ باتیں سنیں۔ نوالہ حلق میں اٹک گیا۔ جلدی سے ہاتھ دھویا اور بولے: "وہ نہیں جائے گی،

میں جا رہا ہوں۔"

مالتی بھی کھڑی ہو گئی۔" اسے جانا پڑے گا!"

مہتا نے انگریزی میں کہا۔" اس کی توہین کر کے تم اپنی توقیر نہیں بڑھا رہی ہو، مالتی!"

مالتی نے پھٹکار بتائی۔" ایسی ہی لونڈیاں تو مردوں کو پسند آتی ہیں، جن میں کوئی اور گن ہو یا نہ ہو مگر جو اُن کی خدمت دوڑ دوڑ کر خوشی سے کریں اور اپنے بھاگ کو سراہیں کہ اس مرد نے مجھ سے کچھ کام کرنے کو تو کہا۔ بس وہی تو دیویاں ہیں! میں سمجھتی تھی کہ دیسی مردی کم سے کم تم میں نہیں ہے، لیکن تم بھی دل کے ویسے ہی نکلے۔"

مہتا علم النفس کے ماہر تھے۔ مالتی کے دلی خیالات کو بخوبی سمجھ رہے تھے۔ حسد کی ایسی انوکھی مثال انھیں کبھی نہ ملی تھی۔ اس عورت میں جو اتنی ترحم مزاج، اتنی فراخ دل اور اتنی ہنس مکھ تھی، حسد کی ایسی تیز آگ!

بولے۔" کچھ بھی کہو مگر میں اسے نہ جانے دوں گا۔ اس کی خدمتوں اور مہربانیوں کا یہ صلہ دے کر میں اپنی نظروں میں ذلیل نہیں بن سکتا۔" مہتا کی آواز میں کچھ ایسی سختی تھی کہ مالتی آہستہ سے اٹھی اور جانے کو تیار ہو گئی۔ اس نے جل کر کہا۔" اچھا تو میں ہی جاتی ہوں۔ تم اس کے چرنوں کی پوجا کر کے بعد کو آنا۔"

مالتی دو تین قدم چلی گئی تو مہتا نے اس لڑکی سے کہا۔" اب مجھے اجازت دو بہن! تمھاری یہ محبت، تمھاری یہ بے غرضانہ خدمت ہمیشہ یاد رہے گی۔"

لڑکی نے آب دیدہ ہو کر دونوں ہاتھوں سے انھیں پرنام کیا

اور جھونپڑی میں چلی گئی۔

دوسری ٹولی رائے صاحب اور کھنا کی تھی۔ رائے صاحب تو پا
اسی ریشمی کرتے اور ریشمی چادرے میں تھے مگر کھنا نے شکاری پوشاک
رکھی تھی جو شاید اسی دن کے لئے تیار کرائی گئی تھی کیونکہ کھنا کو اسا
کے شکار سے اتنی فرصت کہاں تھی کہ جانوروں کا شکار کھیلتے؟
پستہ قد اور اکہرے بدن کے شکیل آدمی تھے۔ گندمی رنگ، بڑی
بڑی آنکھیں، منہ پر چیچک کے داغ، بات چیت میں بڑے
ہوشیار!

کچھ دور چلنے کے بعد کھنا نے مہتا صاحب کا ذکر چھیڑ دیا جو
ہی سے ان کے سر پر کسی نحوست کی طرح سوار تھے، بولے "یہ مہتا بھی
کچھ عجیب آدمی ہے۔ مجھے تو کچھ بنا ہوا معلوم ہوتا ہے"

رائے صاحب مہتا کی عزت کرتے تھے اور انھیں سچا، بے ریا
آدمی سمجھتے تھے۔ مگر کھنا سے کچھ لین دین بھی تھا اور کچھ مزاج میں بھی امن
پسندی تھی۔ پس مخالفت نہ کر سکے۔ بولے "میں تو انھیں صرف تفریح کی
سمجھتا ہوں کبھی ان سے بحث نہیں کرتا اور کرنا بھی چاہوں تو اتنا علم کہاں
سے لاؤں؟ جس نے زندگی کے دائرے میں کبھی پیر ہی نہیں رکھا وہ اگر
زندگی کے بارے میں کسی نئے اصول کا راگ الاپتا ہے تو مجھے اس
پر ہنسی آتی ہے۔ مزے سے ایک ہزار ماہوار وصول کرتے ہیں، ا
جورو نہ جانتا، نہ کوئی فکر نہ تکلیف، وہ فلسفہ نہ بگھارے؟ آپ آزاد
رہ کر زندگی کو مکمل بنانے کا خواب دیکھتے ہیں، ایسے آدمی سے کیا بحث
کی جائے؟"

"میں نے سنا کہ چال چلن ٹھیک نہیں ہے۔"

"بے فکرے پن میں چال چلن ٹھیک رہ کیسے سکتا ہے؟" سوسائٹی میں رہو اور اس کے فرائض انجام دو جب پتہ چلے۔"

"مس مالتی نہ جانے کیا دیکھ کر ان پر فریفتہ ہوئی جاتی ہیں؟"

"میں سمجھتا ہوں کہ وہ صرف تمھیں جلا رہی ہے۔"

"مجھے وہ کیا کھا کر جلائیں گی؟ میں انھیں کھلونے سے زیادہ نہیں سمجھتا۔"

"یہ تو نہ کہو مسٹر کھنا، مس مالتی پر جان تو دیتے ہو تم!"

"یوں تو میں بھی آپ پر وہی الزام لگا سکتا ہوں۔"

"میں انھیں واقعی کھلونا سمجھتا ہوں۔ آپ البتہ انھیں مورت بنائے ہوتے ہیں۔"

کھنا نے زور سے قہقہہ لگایا حالانکہ ہنسی کی کوئی بات نہ تھی۔ "اگر ایک لوٹا جل چڑھا دینے سے بردان مل جائے تو کیا برا ہے؟"

اب کے رائے صاحب نے زور کا قہقہہ مارا جس کا کوئی مطلب نہ تھا۔ "تب آپ نے اس دیوی کو سمجھا ہی نہیں۔ آپ جتنا ہی اس کی پوجا کریں گے اتنا ہی آپ سے دور بھاگیں گی اور جتنا ہی دور بھاگے گا اتنا ہی آپ کی طرف دوڑیں گی۔"

"میری طرف! میں اس شوقین جماعت سے بالکل باہر ہوں مسٹر کھنا! سچ کہتا ہوں۔ مجھ میں جتنی عقل، اور طاقت ہے وہ اس علاقے کے انتظام ہی میں خرچ ہو جاتی ہے۔ گھر کے جتنے لوگ ہیں، سب ہی اپنی اپنی دھن میں مست ہیں۔ کوئی پرستش میں اور کوئی عیش و عشرت میں! اور ان سب

اجگروں کو خوراک دینا میرے ذمے ہے، میرا فرض ہی! میرے بہت سے تعلقدار بھائی عیش کر رہے ہیں، یہ میں جانتا ہوں مگر وہ لوگ گھر پھونک کر تماشا دیکھتے ہیں! قرض کا بار سر پر بڑھتا جا رہا ہے، روزانہ ڈگریاں ہو رہی ہیں، جس سے لیتے ہیں اسے دینا نہیں جانتے، چاروں طرف بدنامی ہی بدنامی ہے۔ میں تو ایسی زندگی سے مرجانا بہتر سمجھتا ہوں۔ معلوم نہیں کن کرموں کے پھل سے میرے آتما میں ذرا سی جان باقی رہ گئی ہے جو مجھے دیس اور سماج کے بندھن میں باندھے ہوئے ہے۔ ستیاگرہ کی تحریک شروع ہوئی۔ جیل گیا اور لاکھوں روپئے کی زیرباری اٹھائی اور ابھی تک اس کا خمیازہ بھگت رہا ہوں مجھے اس کا پچھتاوا نہیں ہے، بالکل نہیں! مجھے فخر ہے۔ میں اُس آدمی کو آدمی نہیں سمجھتا جو قوم اور ملک کے بہبود کی کوشش نہ کرے اور قربانی نہ کرے۔ مجھے کیا اچھا لگتا ہے کہ بے جان کسانوں کا خون چوسوں اور اپنے کنبے والوں کی نفس پرستیوں کے ذرائع مہیا کروں مگر کروں کیا؟ جس انتظامی فضا میں میری پرورش اور پالیدگی ہوئی اس سے نفرت ہونے پر بھی اس کا مُوہ نہیں چھوڑ سکتا اور اسی چکر میں رات دن پڑا رہتا ہوں کہ کسی طرح عزت آبرو بچی رہے اور ضمیر کا خون نہ ہونے پائے۔ ایسا آدمی مس مالتی ہی کیا کسی مس کے پیچھے نہیں پڑ سکتا اور پڑے تو اس کا ستیاناس سمجھئے، ہاں ذرا سی تفریح کر لینا دوسری بات ہے۔"

کھنا بھی جری شخص تھے، میدان میں آگے بڑھنے والے۔ دو بار جیل ہو آئے تھے۔ کسی سے دبنا نہ جانتے تھے۔ کھدر پہنتے تھے اور فرانسیسی شراب پیتے تھے۔ موقع پر بڑی بڑی تکلیفیں جھیل سکتے تھے۔ جیل میں شراب چھوٹی تک نہیں تھی اور اے، کلاس میں رہ کر، سی، کلاس کی روٹیاں

کھاتے رہے، اگرچہ انھیں ہر طرح کا آرام مل سکتا تھا۔ مگر میدان جنگ میں چلنے والا رتھ بھی تو تیل کے بغیر نہیں چل سکتا۔ ان کے لئے زندگی میں ذراسی تو فیقی ذراسی رنگینی لازمی تھی۔ بولے: "آپ سنیاسی بن سکتے ہیں۔ مگر میں تو نہیں بن سکتا۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ جو دنیا دار نہیں وہ لڑائی میں پورے حوصلہ سے شریک نہیں ہو سکتا جو عورت سے محبت نہیں کر سکتا اس کی حب الوطنی پر میرا یقین نہیں۔"

رائے صاحب مسکرائے: "آپ مجھی پر آوازے کسنے لگے۔"

"آوازے نہیں ٹھیک بات ہے۔"

"شاید ہو۔"

"آپ اپنے دل میں اتر کر دیکھئے تو پتہ چلے۔"

میں نے تو دیکھ لیا اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ وہاں خواہ کتنی ہی برائیاں ہوں مگر زہر کی ہوس نہیں ہے۔"

تب تو مجھے آپ پر رحم آتا ہے۔ آپ جو اتنے مغموم اور متفکر ہیں اس کا واحد سبب آپ کی نفس کشی ہے میں تو یہ ناٹک کھیل کر ہی رہوں گا خواہ اس کا انجام رنج ہی کیوں نہ ہو۔ وہ مجھ سے مذاق کرتی ہے اور دکھاتی ہے کہ مجھے تیری پروا نہیں۔ مگر میں ہمت ہارنے والا انسان نہیں ہوں میں اب تک اس کا مزاج نہیں سمجھ سکا۔ نشانہ کہاں ٹھیک بیٹھے گا۔ اس کا تصفیہ نہیں کر سکا جس دن یہ کنجی ہاتھ آگئی بس فتح ہے۔"

لیکن وہ کنجی آپ کو شاید ہی ملے۔ شاید مہتا آپ سے بازی مار لے جائیں۔"

ایک ہرن کئی ہرنیوں کے ساتھ چر رہا تھا، بڑی سینگوں والا اور

بالکل سیاہ۔ رائے صاحب نے نشانہ لگایا۔ کھنا نے روکا "کیوں ہتھیا کرتے ہو یار! بے چارا چر رہا ہے، چرنے دو۔ دھوپ تیز ہوگئی ہے۔ آیئے کہیں بیٹھ جائیں۔ آپ سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔"

رائے صاحب نے بندوق چلائی مگر ہرن بھاگ گیا۔ بولے "ایک شکار ملا بھی تو نشانہ خالی گیا۔"

"ایک ہتیا سے بچے۔"

"ہاں کہیئے کیا بات کرنے کو کہہ رہے تھے۔"

"آپ کے علاقے میں اکھ ہوتی ہے؟"

"بڑی کثرت سے۔"

تو پھر کیوں نہ ہمارے شکرل میں شریک ہو جایئے۔ حصے دھڑا دھڑ بک رہے ہیں۔ آپ زیادہ نہیں تو ایک ہزار حصے خرید لیں۔"

"غضب کیا، میں اتنے روپئے کہاں سے لاؤں گا؟"

"اتنے نامی گرامی تعلقدار اور آپ کو روپیوں کی کمی! کل پچاس ہزار ہی تو ہوتے ہیں اور اس میں بھی تو ابھی پچیس ہی فیصدی دینا ہے۔"

نہیں بھائی صاحب، میرے پاس اس وقت بالکل روپئے نہیں ہیں۔"

روپئے جتنے چاہیں مجھ سے لیں۔ بینک آپ کا ہے۔ ہاں ابھی آپ نے اپنی زندگی کا بیمہ نہ کرایا ہوگا۔ میری کمپنی کی ایک بڑھیا پالیسی لے لیجئے سو دو سو ماہوار بڑی آسانی سے دے سکتے ہیں اور بعد کو ایک یکجائی رقم مل جائے گی۔ چار پانچ ہزار لڑکوں کے لئے اس سے بہتر بندوبست آپ نہیں کر سکتے۔ ہمارے قواعد دیکھئے ہم باہمی امداد

کے اصول پر پورا عمل کرتے ہیں دفتر اور عملے کے خرچ کے سوا نفع کی ایک پائی بھی کسی کی جیب میں نہیں جاتی۔ آپ کو تعجب ہوگا کہ اس طریقے پر کمپنی کیسے چل رہی ہے اور میری صلاح سے تھوڑا سا سٹے کا کام شروع کر دیجئے۔ یہ جو آج صدہا کروڑپتی بنے ہوئے ہیں سب اسی کی بدولت بنے ہوئے ہیں۔ روئی، شکر، گیہوں، ربر کسی جنس کا سٹا کیجئے، منٹوں میں لاکھوں کا نپٹارا ہوتا ہے۔ کام ذرا بے تکا ہے۔ بہت سے لوگ دھوکا کھا جاتے ہیں مگر وہی جو اناڑی ہیں۔ آپ جیسے تجربہ کار تعلیم یافتہ اور دوراندیش لوگوں کے لئے تو اس سے بہتر نفع کا کام ہی نہیں ہے۔ بازار کا چڑھاؤ اتار کوئی ناگہانی واقعہ نہیں۔ یہ بھی ایک سائنس ہے۔ ایک بار اسے غور سے دیکھ لیجئے تو کیا مجال کہ دھوکہ ہو جائے۔"

رائے صاحب کو کمپنیوں پر اعتبار نہ تھا۔ دو ایک بار اس کا انھیں تلخ تجربہ بھی ہو چکا تھا۔ لیکن مسٹر کھنا کو انھوں نے اپنی آنکھوں سے ترقی کرتے ہوئے دیکھا ہے اور ان کے کمالِ فن کے قائل ہو گئے تھے ابھی دس سال پہلے جو شخص بینک میں کلرک تھا وہ صرف اپنی محنت اور ذہانت سے شہر میں پوجا جاتا ہے۔ اس کی صلاح کو یوں ہی ٹالا جا سکتا تھا۔ اس بارے میں اگر کھنا ان کے رہنما بن جائیں تو انھیں بہت کچھ کامیابی ہو سکتی ہے۔ ایسا موقع کیوں ہاتھ سے جانے دیا جائے۔ طرح طرح کے سوالات کرتے رہے۔ دفعتاً ایک دیہاتی ایک بڑی ٹوکری میں کچھ جڑیں، پتیاں اور پھول لئے جاتا ہوا دکھائی دیا؟"

کھنا نے پوچھا ارے کیا بیچتا ہے؟"

دیہاتی ڈر گیا کہ کہیں بیگار میں نہ پکڑ جائے۔ بولا: "کچھ تو نہیں مالک

یہی گھاس پات ہے۔"

"کیا کرے گا ان کا؟"

"پچوں گا مالک جڑی بوٹی ہے۔"

"کون کون سی جڑی بوٹی ہے؟"

دیہاتی نے اپنا دواخانہ کھول کر دکھایا۔ معمولی چیزیں تھیں جو جنگل کے آدمی اکھاڑ لے جاتے ہیں اور شہری عطاروں کے ہاتھ دو چار آنے میں بیچ آتے ہیں، جیسے مکوے، کنگھی، شہدیئی، ککرونده، تخم دھتورہ، مدار کے پھول، کرنجے، گھونگچی وغیرہ ہر چیز دکھاتا تھا اور رٹے ہوئے لفظوں میں اس کے اوصاف بھی بتلاتا جاتا تھا۔ "یہ مکوے ہے سرکار، تاپ ہو، مندا گنی ہو، تلی ہو، دھڑکن ہو، سول ہو، کھانسی ہو ایک خوراک میں آرام ہو جاتا ہے۔ یہ دھتورے کے بیج ہیں مالک! گٹھیا ہو، بائی ہو..........." کھنا نے دام پوچھے۔ اس نے آٹھ آنے کہے۔ کھنا نے ایک روپیہ پھینک دیا اور اسے پڑاؤ پر رکھ آنے کو کہا۔ غریب نے منہ مانگے دام ہی نہیں ملے بلکہ دو گنے پا گئے، دعائیں دیتا ہوا چلا گیا۔

رائے صاحب نے پوچھا: "آپ یہ گھاس پات لے کر کیا کریں گے؟"

کھنا نے مسکرا کر کہا: "ایران کی اشرفیاں بناؤں گا۔ میں کیمیاگر ہوں۔ یہ آپ کو شاید نہیں معلوم؟"

"تو یار وہ منتر ہمیں بھی سکھا دو۔"

"ہاں ہاں! شوق سے میری شاگردی کیجئے۔ پہلے سوا سیر لڈو لا کر چڑھائیے تب بتاؤں گا۔ بات یہ ہے کہ مجھے طرح طرح کے آدمیوں سے سابقہ پڑتا ہے کچھ ایسے لوگ بھی آتے ہیں جو جڑی بوٹیوں پر جان دیتے ہیں۔ بس انھیں